

ایمان کی ستر شاخوں میں سے کچھ کا تذکرہ

(تقریر نمبر 3)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَأَذْكُرُ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضْمُّعًا وَخَيْفَةً وَوَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْأَصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ (الاعراف: 206)

تو اپنے رب کو اپنے دل میں کبھی گڑ گڑاتے ہوئے اور کبھی ڈرتے ڈرتے اور بغیر اونچی آواز کئے صبحوں اور شاموں کے وقت یاد کیا کر اور غافلوں میں سے نہ ہو۔

دھل جائیں دل بدی سے سینے ہوں نُور سے پُر
امراض روح کا وہ درمان مجھ کو دے دے
دجال کی بڑائی کو خاک میں ملا دوں
قوت مجھے عطا کر سلطان مجھ کو دے دے

(کلام محمود)

معزز سامعین! آج کی تقریر میں خاکسار ایمان کی ستر شاخوں میں سے چند ایک شاخیں بیان کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس سے قبل تقریر نمبر 2 میں چھ شاخیں بیان ہو چکی ہیں۔ اب اس تقریر میں مزید پانچ شاخوں کا ذکر ہو گا۔ ان شاء اللہ۔ تقریر نمبر 1 میں یہ بتایا جا چکا ہے کہ محدث امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ”شُعَبُ الْإِيمَان“ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی روشنی میں ایمان کی ستر (70) سے اوپر مجموعی طور پر 77 شاخیں گنوائی ہیں۔ جن کا ذکر میں وہاں کر آیا ہوں۔ بعد میں گو گل سرچ کرتے ان کی تفصیل تین زمروں میں ملی ہے۔ جس کا ذکر یہاں خارج از فائدہ نہ ہو گا کیونکہ ان کا مقصد مکمل اسلامی طرز زندگی کو اپنانا ہے۔

1. دل سے تعلق رکھنے والے اعمال یا شاخیں (ایمانیات و عقائد)

جن کی تعداد 30 ہے اور ان کا تعلق نیت، تصدیق اور باطنی کیفیات سے ہے۔

اللہ کی ذات، صفات اور وحدانیت پر ایمان۔ فرشتوں، تمام آسمانی کتابوں اور انبیاء کرام پر ایمان۔ تقدیر پر ایمان (کہ اچھی اور بُری تقدیر اللہ کی طرف سے ہے)۔ یوم آخرت، جنت، دوزخ اور دوبارہ اٹھائے جانے پر ایمان۔ اللہ سے محبت، خوف اور اس کی رحمت کی اُمید رکھنا۔ اللہ پر توکل اور بھروسہ کرنا اور اُس کے فیصلوں پر راضی رہنا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور آپ کی تعظیم کرنا۔ اخلاص پیدا کرنا اور ریاکاری (دکھاوے) سے بچنا۔ توبہ کرنا، حسد، کینہ اور غرور سے بچنا۔

2. زبان سے تعلق رکھنے والے اعمال یا شاخیں

ان کی تعداد 7 ہے اور ان کا تعلق زبان کے کلمات اور ذکر و اذکار سے ہے۔

کلمہ طیبہ (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ) کا اقرار کرنا۔ تلاوت کلام پاک اور قرآن مجید سیکھنا سکھانا۔ علم دین حاصل کرنا اور اسے دوسروں تک پہنچانا۔ دعا، استغفار اور اللہ کا ذکر کرنا۔ سچ بولنا، اور جھوٹ، غیبت، چغلی اور گالی گلوچ سے پرہیز کرنا۔

3. جسم اور اعضاء سے تعلق رکھنے والے اعمال یا شاخیں

ان کی تعداد 40 ہے اور تعلق انسان کی ظاہری عبادات، معاملات اور اخلاق سے ہے۔ جیسے

عبادات: طہارت و پاکیزگی کا خیال رکھنا، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، اعتکاف اور صدقہ و خیرات ادا کرنا۔ معاملات: دیانت داری کے ساتھ تجارت کرنا، امانت لوٹانا، قرض کی ادائیگی، اور یتیموں کے حقوق کا خیال رکھنا۔ حقوق العباد: والدین کے ساتھ حسن سلوک، صلہ رحمی (رشتے داروں سے اچھا برتاؤ)، غلاموں / ماتحتوں پر شفقت۔ اخلاق: حیا (ایمان کی سب سے بڑی شاخ)، مہمان نوازی، عفت و پاکدامنی۔ معاشرتی فلاح: راستے سے تکلیف دہ چیز (مثلاً کانٹا، پتھر) ہٹا دینا (ایمان کا سب سے ادنیٰ شعبہ)، لوگوں میں صلح کروانا اور بُرائی سے روکنا۔

سامعین! آئیں! اسی ترتیب کے مطابق ان شاخوں کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔

اللہ سے محبت، خوف اور اس کی رحمت کی اُمید رکھنا۔

جو لوگ صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں، اعمالِ صالحہ اختیار کرتے ہیں، اپنی توجہ مکمل طور پر اللہ کی طرف موڑ لیتے ہیں، اُس کے حضور جھک جاتے ہیں اور اُس کی محبت کو اپنی زندگی کا مرکز بنا لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ اُنہیں یہ اطمینان عطا فرماتا ہے کہ جب وہ اُن سے راضی ہو جائے گا تو اُنہیں ایسی عظیم نعمت عطا کرے گا جس میں نہ خوف باقی رہے گا اور نہ غم۔ اللہ سے محبت بھی اہل ایمان کا وصف بیان ہوا ہے اور بن دیکھے ڈرتے رہنا بھی ایک مومن کی صفت بیان ہوئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے بغض رکھنا افضل اعمال میں سے ہیں۔

(سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ جلد سوم: 4599)

اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بندگی خود اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی اور فروتنی اختیار کی جائے، اس کی پکڑ اور عذاب کا خوف محسوس کیا جائے وہاں اس کے ساتھ شدید محبت اور چاہت بھی پیدا ہو جاتی ہے اور ہونی بھی چاہئے۔

جہاں تک خدا تعالیٰ کے خوف ہونے کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: اِنَّا الْمُسْمِنُونَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ۔ مومن صرف وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔ خشیت اُس خوف کو کہتے ہیں جو کسی کی عظمت کی وجہ سے پیدا ہو اور صرف کسی کی اپنی کمزوری کی وجہ سے یہ ڈر پیدا نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی خشیت یقیناً ایسی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اظہار بھی ہے اور ایک کمزور بندے کی اپنی کم مائیگی کا اظہار بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت کیا ہے؟ یہ یقین رکھنا کہ اللہ تعالیٰ سب طاقتوں کا مالک ہے اور اُس نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ ہر چیز اُس کی پیدا کردہ ہے اور اُس کے ذریعہ سے قائم ہے۔ اُسی کی ملکیت ہے اور اُس کے چاہنے سے ہی ملتی ہے۔ پس جب ایسے قادر اور مقتدر خدا پر ایمان ہو اور اُس کی خشیت دل میں پیدا ہو تو پھر ہی انسان اُس کی قدر توں سے حقیقی فیض پاسکتا ہے۔ انسان باخدا انسان نہیں بن سکتا جب تک کہ اُس میں خدا تعالیٰ کی خشیت پیدا نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا خوف انسان کو نیکی طرف مائل کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”اللہ جلّ شانہ سے وہ لوگ ڈرتے ہیں جو اس کی عظمت اور قدرت اور احسان اور حسن اور جمال پر علم کامل رکھتے ہیں خشیت اور اسلام در حقیقت اپنے مفہوم کے رُو سے ایک ہی چیز ہے کیونکہ کمال خشیت کا مفہوم اسلام کے مفہوم کو مستلزم ہے۔ پس اس آیت کریمہ کے معنوں کا مال اور ما حاصل یہی ہوا کہ اسلام کے حصول کا وسیلہ کاملہ یہی علمِ عظمت ذات و صفات باری ہے۔“

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 185)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

” جس کو اللہ تعالیٰ کی صفات کا اور ذات کا علم ہو جائے وہی عالم بن جاتا ہے۔ پس ایک حقیقی مسلمان بننے کے لئے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اُس کی صفات کا علم ضروری ہے اور یہ بغیر خشیت کے نہیں ہو سکتا اور اس کے لئے کوئی تخصیص نہیں کہ یہ خاص گروہ حاصل کرے اور باقی نہ کریں۔ اپنی اپنی استعدادوں کے مطابق ہر مومن کے لئے اُس کے حصول کی کوشش ضروری ہے، تجھی ایمان میں ترقی ہوتی ہے، تجھی اللہ تعالیٰ کے تعلق میں ترقی ہوتی ہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 3 اگست 2012ء)

سامعین! ایک مؤمن ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے اُس کی رحمت کی امید رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ان لوگوں کے قریب ہے جو جان بوجھ کر گناہ کرنے والے نہیں ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کو اپنے گناہوں کی سزا کے خوف سے ہمیشہ پکارتے رہتے ہیں اور اپنے گناہوں کی سزا کے خوف سے اس کی یاد دل میں رکھتے ہیں۔ وہ لوگ جو جان بوجھ کر گناہ کرنے والے نہیں ہیں بلکہ انجانے میں اگر کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس کا تقویٰ اختیار کرتے ہوئے پکارتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت ان پر نازل ہوتی ہے۔ ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے کہ وہ دعائیں قبول فرماتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

” اسلام کے احکامات تو ایسے ہیں کہ کسی طرف سے بھی ان پر عمل شروع کریں یا اللہ تعالیٰ کے کسی بھی حکم کو پکڑیں یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بھی حکم کو دیکھیں یا ارشاد کو دیکھیں تو وہ سب کو گھیر کر اکٹھا کر کے ہمیں جس طرف لے کے جائیں گے وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی ہے۔ ہم خواہش تو بہت کرتے ہیں کہ ہماری دعائیں بھی قبول ہوں اور ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بھی وارث ہوں اور اس کے مورد بنیں لیکن ان کے حصول کے لئے ہم اس مقام کو حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے یا اکثریت ہم میں سے نہیں کرتی یا باقاعدگی سے ہم کوشش نہیں کرتے جو ایک مؤمن کو کرنی چاہئے..... پس ہمیں اس رحمت کو جذب کرنے کی کوشش کی ضرورت ہے اور کوشش کرنی چاہئے جو ہمیشہ ہمارے ساتھ رہے نہ کہ عارضی اور وقتی طور پر سزا سے بچالے اور پھر وقت گزرنے کے ساتھ ہم پہلی حالت میں آجائیں۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 10 جولائی 2015ء)

اللہ پر توکل و بھروسہ کرنا اور اس کے فیصلوں پر راضی رہنا۔

سامعین! اللہ پر توکل کرنا اور اس کے فیصلوں پر راضی رہنا بھی مؤمن کی ایک خصوصیت ہے اور ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (الطلاق: 4)

اور جو اللہ پر توکل کرے تو وہ اُس کے لئے کافی ہے۔

انسان کو ہر لمحہ خدا کی مدد چاہیے ہوتی ہے اور ایک مؤمن کو خدا کی مدد کا طلبگار رہنا چاہیے اور اُس پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ انسان ہر کام اللہ پر چھوڑ کر خود کچھ نہ کرے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی طرف سے صدق دل سے کوشش کرتے تھے اور پھر کام کے انجام کو خالق حقیقی کے سپرد کر دیتے اور کامیابی کے لئے دعائیں لگ جاتے۔ آپ سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ میں اپنے اونٹ کو باندھ کر اللہ پر توکل کروں یا کھلا چھوڑ کر۔ آپ نے فرمایا کہ پہلے اونٹ کا گھٹنا باندھو اور پھر اللہ پر توکل کرو۔

(جامع ترمذی کتاب صفة القيامة)

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ

”توکل یہی ہے کہ اسباب جو اللہ تعالیٰ نے کسی امر کے حاصل کرنے کے واسطے مقرر کئے ہوئے ہیں ان کو حتمی المقدور جمع کرو اور پھر خود دعاؤں میں لگ جاؤ کہ اے خدا! تو ہی اس کا انجام بخیر کر۔ صد ہا آفات ہیں اور ہزاروں مصائب ہیں جو ان اسباب کو بھی برباد اور تہ وبالا کر سکتے ہیں، اُن کی دست برد سے بچا کر ہمیں سچی کامیابی اور منزل مقصود پر پہنچا“

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 146۔ جدید ایڈیشن)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ آخضور صلی اللہ علیہ وسلم کے توکل علی اللہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

” آپ کو تو پہلے سے ہی خدا پر اس قدر یقین تھا اور توکل تھا کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔ آپ نے تو توکل کے اُس وقت بھی اعلیٰ معیار قائم کئے تھے جب آپ کے ساتھی کمزور تھے اور دشمن کے مقابلے کے لئے ہاتھ نہیں اٹھا سکتے تھے۔ آپ نے تو اس وقت بھی توکل کے نمونے دکھائے جب آپ اکیلے تھے اور اکیلے ہی دوسرے شہروں میں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کے لئے چلے جایا کرتے تھے۔ آپ کو تو اس وقت بھی خدا تعالیٰ کی ذات پر پورا بھروسہ تھا اور توکل اور یقین تھا کہ آخر کار جیت میری ہی ہونی ہے اور آپ نے تو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق یہی آواز بلند کی۔ قُلْ هُوَ رَبِّيَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ۔ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابِ (الرعد: 31) کہ تو کہہ دے وہ میرا رب ہے کوئی معبود اس کے سوا نہیں، اسی پر میں توکل کرتا ہوں اور اسی کی طرف میرا عاجزانہ جھکنا ہے۔ پس یہ آپ کے توکل کی قرآنی گواہی ہے۔ پس یہ وہ متوکل انسان تھا جس کا نام سینکڑوں ہزاروں سال پہلے سے اللہ تعالیٰ نے متوکل رکھ دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف خود توکل کے اعلیٰ نمونے دکھائے بلکہ اپنے ماننے والوں میں،

اپنی امت میں بھی یہ وصف پیدا کرنے کی کوشش فرمائی..... توکل کہتے کسے ہیں؟ کیا ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانے کو؟ کچھ کام نہ کرنے کو؟ اور صرف یہ کہنا کہ ہم بیٹھے ہیں، اللہ تعالیٰ ہماری ضروریات پوری کر دے گا!۔ یہ توکل نہیں ہے۔ بلکہ تمام وسائل کو بروئے کار لا کر، استعمال کر کے پھر اللہ تعالیٰ پر انحصار کرنا اور اس کے آگے جھکنا، یہ توکل ہے۔“

(خطبہ جمعہ 8 اپریل 2005ء)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور آپ کی تعظیم کرنا۔

سامعین! خدا تعالیٰ سے محبت کے بعد ایک مؤمن کو سب سے زیادہ محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونی چاہیے اور یہ ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (آل عمران: 32)

تو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کریں گے، آپ کی پیروی کریں گے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پھر وہ ہمارے گناہ بھی بخش دے گا اور ہم سے محبت بھی کرے گا اور ہماری دینی اور دنیاوی بھلائیوں کے سامان بھی پیدا کرے گا۔ تو گویا اب اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے تمام راستے بند ہو گئے اور اگر کوئی راستہ کھلا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کر کے آپ کے پیچھے چل کر ہی خدا تعالیٰ تک پہنچا جاسکتا ہے، یہی ایک راستہ ہے جو کھلا ہے۔ یاد رکھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک اللہ تعالیٰ کا سب سے پیارا وجود ہے۔ زمین و آسمان اس کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی اسی کام پر لگے ہوئے ہیں کہ اللہ کے اس پیارے نبی پر رحمت بھیجتے رہیں اور دعائیں کرتے رہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

”دعائیں قبول کروانا چاہتے ہو تو جو دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اس کی پیروی کرو، آپ سے محبت کرو اور اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرو۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو تاکہ اس محبت میں خود بھی بڑھو اور اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت بھی حاصل کرو اور پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ کے آگے جھکو، اس سے بخشش طلب کرو، اس کی عبادت کرو، سب غیر اللہ کو چھوڑ دو۔ تو یہ تین چیزیں ہیں اگر پیدا ہو جائیں گی تو سمجھو کہ تم اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والے ہو گے اور دنیا اور آخرت سنور جائے گی۔“

(حضرت اقدس کی ایک تقریر اور مسئلہ وحدت الوجود پر ایک خط صفحہ 23 از خطبہ جمعہ 10 دسمبر 2004ء)

حضرت مرزا سلطان احمد جو حضرت مسیح موعود کی پہلی بیوی سے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ آپ حضور کی زندگی میں جماعت احمدیہ میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بیعت کی۔ آپ کے قبول احمدیت سے پہلے زمانہ کی بات ہے کہ اُن سے ایک دفعہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے حضرت مسیح موعود کے اخلاق و عادات کے متعلق پوچھا تو انہوں نے اس پر فرمایا کہ

”ایک بات میں نے والد صاحب (یعنی حضرت مسیح موعود) میں خاص طور پر دیکھی ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف والد صاحب ذرا سی بات بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے اگر کوئی شخص آنحضرت کی شان کے خلاف ذرا سی بات بھی کہتا تھا تو والد صاحب کا چہرہ سُرخ ہو جاتا تھا اور غصے سے آنکھیں متغیر ہونے لگتی تھیں اور فوراً ایسی مجلس سے اُٹھ کر چلے جاتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو والد صاحب کو عشق تھا۔ ایسا عشق میں نے کسی شخص میں نہیں دیکھا اور مرزا سلطان احمد صاحب نے اس بات کو بار بار دُہرایا۔“

(سیرۃ طیبہ صفحہ 34)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

” ایک روایت میں آتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مؤمن نہیں کہلا سکتا جب تک میں اُسے اپنے والد اور اولاد سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔ (بخاری کتاب الایمان باب حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم من الایمان) تو یہ معیار بتایا ہے دنیاوی رشتوں کی مثال دے کر کہ صرف پیروی کا دعویٰ ہی نہیں کرنا بلکہ یہ جو دنیاوی رشتے ہیں، والدین اور بچے، ان سب سے زیادہ میں تمہارا پیارا ہوں۔ مجھے تم

سب سے زیادہ پیار کرنے والے بنو۔ صحابہ نے جن میں بچے بھی تھے بوڑھے بھی تھے جو ان بھی تھے انہوں نے اسی طرح قربانیاں دی ہیں اور اسی طرح پیار کیا ہے۔ بچوں نے اپنے والدین کو چھوڑنا گوارا کر لیا مگر آپ کا ذرہ نہ چھوڑا۔ پس آج ہمیں بھی وہی مثالیں قائم کرنی ہیں، ان شاء اللہ۔ جس طرح آپ نے فرمایا، جو اسلام کی تعلیم ہے، اس کو ماننا ہے، اس پر عمل کرنا ہے اور دنیا کی کوئی پرواہ نہیں کرنی۔ آپ کے لئے جو غیرت اور محبت اور عشق ہمارے دلوں میں ہونا چاہئے اس کے مقابلے میں ہر دوسری چیز اور ہر دوسرا رشتہ اور ہر قسم کی غیرت جو بھی ہو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہونی چاہئے۔“

(خطبہ جمعہ 10 دسمبر 2004ء)

اخلاص پیدا کرنا اور ریاکاری (دکھاوے) سے بچنا۔

حضرت عیاض بن حمار سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ”کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی ہے کہ انکساری اختیار کرو اس حد تک کہ تم میں سے کوئی کسی پر فخر نہ کرے۔“

ایک مؤمن کو یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھنی چاہیے کہ بلند مقام عاجزی سے ہی ملتا ہے۔ اچھا باغبان یا مالک ہو باغ کا وہ ہمیشہ درخت کی اُس شاخ کی قدر کرتا ہے جو پھلوں سے لدی ہو اور زمین کے ساتھ لگی ہو۔ اسی طرح خدا تعالیٰ جو زمین اور آسمان کا مالک ہے اُس سر کی قدر کرتا ہے جو زمین کی طرف جھکتا ہے۔ اُس کی رضا کی خاطر اخلاص اور اُس کی محبت میں اُس کے سامنے جھکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”خدا تعالیٰ کی طرف قدم اٹھاؤ اور پرہیزگاری کی باریک راہوں کی رعایت رکھو۔ سب سے اوّل اپنے دلوں میں انکسار اور صفائی اور اخلاص پیدا کرو اور سچے دلوں کے حلیم اور سلیم اور غریب بن جاؤ کہ ہر ایک خیر اور شر کا بیج پہلے دل ہی میں پیدا ہوتا ہے۔ اگر تیرا دل شر سے خالی ہو تو تیری زبان بھی شر سے خالی ہوگی اور ایسا ہی تیری آنکھ اور تیرے سارے اعضاء۔ ہر ایک نور یا اندھیرا پہلے دل میں ہی پیدا ہوتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ تمام بدن پر محیط ہو جاتا ہے۔ سو اپنے دلوں کو ہر دم ٹٹولتے رہو۔“

(ترجمہ عربی عبارت اعجاز المسیح از تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد اول صفحہ 203)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

” اپنے دل کو ٹٹولتے رہو، اس کو پاک رکھنے کی کوشش کرو، اپنا خود محاسبہ کرتے رہو۔ کسی کے لئے بھی دل میں کینہ، نفرت، بغض، حسد وغیرہ نہ ہو۔ کیونکہ اگر یہ چیزیں دل میں ہیں تو اس کا مطلب یہی ہے کہ دل بڑائی اور تکبر سے بھرا ہوا ہے اور اس میں عاجزی نہیں ہے۔ پھر کسی کو اپنی باتوں سے دکھ نہ دو اور ہر ایک کی عزت کرو۔ چاہے کوئی غریب ہو، فقیر ہو، کم طاقت کا ہو یا ماتحت ہو یا ملازم ہو سب کی عزت کرو۔ پھر سلام کہنے کی عادت ڈالو۔ اس سے بھی معاشرے میں محبت اور بھائی چارے کی فضا پیدا ہوتی ہے اور عاجزی اور انکساری بڑھنے کے مواقع پیدا ہوتے ہیں، اپنے اندر بھی اور دوسرے ماحول میں بھی۔ تو فرمایا کہ یہ کام تو بہت مشکل ہے اور یہ تب ہی کر سکتے ہو جب گویا کہ اپنے آپ کو مار لیا، اپنے نفس کو بالکل ختم کر دیا اور یہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر نہیں ہو سکتا اس لئے ہمیشہ اس کا فضل مانگتے رہو۔ اس کے سامنے جھکے رہو اور دعائیں کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عاجزی اور انکساری کے اعلیٰ معیار قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 2 جنوری 2004ء)

توبہ کرنا، حسد، کینہ اور غرور سے بچنا۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا (النصر: 4) یعنی اپنے رب کی حمد کے ساتھ (اس کی) تسبیح کرو اور اُس سے مغفرت مانگو۔ یقیناً وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

باوجود اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا میں ہی جنت کی بشارت ملی لیکن آپ ساری ساری رات اپنے رب کے حضور سجدہ ریز رہتے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں روزانہ اللہ کے حضور ستر سے زیادہ مرتبہ استغفار اور توبہ کرتا ہوں۔

(بخاری)

پس اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرتے ہوئے جھکنا، غلطیوں پر نادم ہو کر استغفار کرنا دل کی صفائی کا باعث اور ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین امور یا تین چیزیں وہ ہیں جو تمام گناہوں کی جڑ ہیں۔ پس ان تینوں سے بچو اور ان تینوں سے ہوشیار رہو۔ دیکھو! تکبر سے بچو کیونکہ ابلیس کو تکبر ہی نے اس بات پر انگلیخت کیا کہ اس نے حضرت آدم علیہ السلام کی فرمانبرداری سے انکار کر دیا اور حرص سے بچو کیونکہ یہ حرص اور لالچ ہی تھا جس نے آدم علیہ السلام کو درختِ ممنوعہ کا پھل کھانے پر اکسایا اور حسد سے بچو کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں میں سے ایک کو حسد نے ہی اس بات پر آمادہ کیا کہ اس نے اپنے ساتھی کو قتل کر دیا۔

(مسلم کتاب البیرو الصلۃ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”میں سچ سچ کہتا ہوں کہ قیامت کے دن شرک کے بعد تکبر جیسی اور کوئی بلا نہیں۔ یہ ایک ایسی بلا ہے جو دونوں جہانوں میں انسان کو رسوا کرتی ہے۔ خدا تعالیٰ کا رحم ہر ایک موحد کا تدارک کرتا ہے مگر تکبر کا نہیں۔ شیطان بھی موحد ہونے کا دم مارتا ہے مگر چونکہ اس کے سر میں تکبر تھا اور آدم کو جو خدا تعالیٰ کی نظر میں پیارا تھا جب اس نے توہین کی نظر سے دیکھا اور اس کی نکتہ چینی کی اس لئے وہ مارا گیا اور طوق لعنت اس کی گردن میں ڈالا گیا۔ سو پہلا گناہ جس سے ایک شخص ہمیشہ کے لئے ہلاک ہوا تکبر ہی تھا۔“

(آئینہ کمالات اسلام)

تیسری بُرائی جس سے بچنا ایمان کی ایک شاخ ہے وہ ہے حسد۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطرناک بُرائی کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے۔

”إِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ“

(مشکوٰۃ کتاب الادب)

یعنی حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے جیسے کہ آگ ایندھن کو کھا جاتی ہے۔

حضرت مسیح موعودؓ فرماتے ہیں:

”حسد انسان میں ایک بہت بُرا خلق ہے جو چاہتا ہے کہ ایک شخص سے ایک نعمت زائل ہو کر اسکو مل جائے۔ لیکن اصل کیفیت حسد کی صرف اس قدر ہے کہ انسان اپنے کسی کمال کے حصول میں یہ روا نہیں رکھتا کہ اس کمال میں اس کا کوئی شریک بھی ہو۔ پس درحقیقت یہ صفت خدا تعالیٰ کی ہے جو اپنے تین ہمیشہ وحدہ لا شریک دیکھنا چاہتا ہے۔“

(نسیم دعوت، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 390)

سامعین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر انسان کے سر کے ساتھ دو زنجیریں بندھی ہوئی ہیں۔ ایک زنجیر آسمان کی طرف ہے اور ایک زنجیر زمین کی طرف ہے۔ جب بند اعجازی اور فروتنی اختیار کرتا ہے تو وہ فرشتہ جس کے ہاتھ میں آسمان والی زنجیر ہے وہ اُس زنجیر کو اوپر اٹھالیتا ہے اور جب وہ غرور اور تکبر کرتا ہے تو زمین والی زنجیر اسے نیچے کھینچ لیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:

لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَتَّبِعْ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ (لقمان: 19)

اس کا ترجمہ یہ ہے: (نخوت سے) انسانوں کے لئے اپنے گال نہ بھلا اور زمین میں یونہی اگڑتے ہوئے نہ پھرو۔ اللہ کسی تکبر کرنے والے (اور) فخر و مباہات کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”جیسا کہ اس آیت سے بھی ظاہر ہے اللہ تعالیٰ ہمیں فرما رہا ہے کہ یونہی تکبر کرتے ہوئے نہ پھرو۔ اپنے گال پھلا کر، ایک خاص انداز ہوتا ہے تکبر کرنے والوں کا اور گردن اگڑا کر پھرنا اللہ تعالیٰ کو بالکل پسند نہیں۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ اپنے سے کم درجہ والوں کے سامنے اگڑ دکھا رہے ہوتے ہیں اور اپنے سے اوپر والے کے سامنے بچھتے چلے جاتے ہیں۔ تو ایسے لوگوں میں منافقت کی بُرائی بھی ظاہر ہو رہی ہوتی ہے۔ تو یہ تکبر جو ہے بہت سی اخلاقی بُرائیوں کا باعث بن جاتا ہے اور نیکی میں

ترقی کے راستے آہستہ آہستہ بالکل بند ہو جاتے ہیں۔ اور پھر دین سے بھی دور ہو جاتے ہیں، نظام جماعت سے بھی دور ہو جاتے ہیں اور جیسے جیسے ان کا تکبر بڑھتا ہے ویسے ویسے وہ اللہ اور رسول کے قرب سے، اس کے فضلوں سے بھی دور چلے جاتے ہیں۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29/ اگست 2003ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایمان کی ان شاخوں پر مضبوطی سے قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(بتعاون: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

